محمد امین الشنقیطی
مترجم: سمیع الرحمٰن☆

آیاتِ قرآنی میں ظاہری اضطراب کا حل!

ظاہری اضطراب: قولہ تعالیٰ: ﴿مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا﴾[البقرۃ:۱۷]
''ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے آگ روشن کی۔''
لفظ استوقد اور لفظ ما حولہ کے اندر واحد کی ضمیر ہے، لیکن دوسری آیت ﴿ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ﴾[البقرۃ:۱۷] ''اللہ نے ان کا نورِ بصیرت سلب کر لیا اور انہیں اس حال میں چھوڑ دیا کہ تاریکیوں میں انہیں کچھ نظر نہیں آتا۔'' میں 'بنورھم' اور 'ترکھم' میں جمع کی ضمیر استعمال کی گئی جس سے دو آیات کے درمیان باہمی تعارض معلوم ہوتا ہے۔

حل: لفظ الذی (اسم موصول) یہاں مفرد استعمال ہوا ہے اور اس کا معنی عمومی ہے جو اپنے صلہ پر مشتمل ہوتا ہے۔
علم اُصول کا یہ قاعدہ ہے کہ اسماء موصولہ عموم کے صیغے ہیں اب اس بات کے ثبوت کے بعد جان لینا چاہیے کہ مفرد ضمیر الذی کی وجہ سے ہے جب کہ جمع اس کے معنی کے اعتبار سے ہے۔ اسی لیے علما کے ہاں یہ معروف ہو گیا کہ لفظ الذی، الذین کے معنی میں آیا ہے۔ قرآن کریم میں اس کی بہت ساری مثالیں موجود ہیں جیسے ﴿كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ﴾ أی کمثل الذین استوقدوا اور اللہ کے فرمان ﴿ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ...﴾

[البقرۃ:۱۷]

''اللہ نے ان کا نورِ بصیرت سلب کر لیا اور انہیں اس حال میں چھوڑ دیا.....''

فرمان باری ہے: ﴿وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ﴾[الزمر:۳۳]

☆ فاضل کلیۃ الشریعۃ، جامعہ لاہور الاسلامیہ، لاہور

''اور جو شخص سچائی لے کر آیا اور جنہوں نے اس کو سچ مانا، وہی عذاب سے بچنے والے ہیں۔''

﴿لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالأَذَى كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ﴾

[البقرة:۲۶۴]

''اے ایمان والو اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور دکھ دے کر اس شخص کی طرح خاک میں نہ ملا دو۔''

﴿وَخُضْتُمْ كَالَّذِي خَاضُوا﴾[التوبة:٦٩]

''اور تم نے بھی اپنے حصے کے مزے اسی طرح لوٹے جیسے انہوں نے لوٹے تھے۔''

اس میں الذي مصدریہ نہیں بلکہ موصولہ ہے۔اس کی مثال کلام عرب میں شاعر کا ایک رجزیہ کلام ہے۔

یا رب عبس لا تبارك فی أحد
فی قائم منهم ولا فی من قعد
إلا الذی قاموا بأطراف المسد

''اے رب! قبیلہ عبس میں سے کسی میں بھی برکت نہ ڈال، نہ ان کے کھڑے ہونے والوں میں اور نہ ہی بیٹھنے والوں میں، مگر وہ لوگ جو اتحادی رسی کے کناروں کو پکڑے ہوئے ہیں۔''

ذیل میں ملاحظہ فرمائیے شاعر اشہب بن رمیلہ کا قول جس کو سیبویہ نے الذي کے اطلاق کے لیے پڑھا ہے حالانکہ اس کی مراد الذین تھی۔

وإن الذی حانت بفلج دماؤهم ......هم القوم کل القوم یا أم خالد

''وہ لوگ جو اپنے خون کے آخری قطرے تک قریب ہونے کے لیے کھڑے ہیں۔اے ام خالد! یقیناً وہی حقیقی قوم ہے۔''

ابن الانباری کا خیال ہے کہ اشہب کے شعری بیت کے اندر جو الذی استعمال ہوا ہے وہ ألذ کی جمع ہے جو سکون کے ساتھ آتی ہے۔آیت کے اندر الذی لفظ مفرد استعمال ہوا ہے لیکن اس سے جمع مراد لیا گیا ہے اور سیبویہ کے کلام میں اس پر رد ہے۔

عدیل بن الفرج عجلی کا قول:

وبت أساقی القوم إخوتی الذی
غوایتهم غي ورشدهم رشدي

''رات میں نے اپنے بھائیوں کو شراب پلانے میں گزاری ہے، ان کی سرکشی میری سرکشی ہے اور ان کی ہدایت میری ہدایت ہے۔''

بعض نے یہ توجیہ کی کہ المستوقد جماعت کے اکٹھا ہونے کی وجہ سے ہے یعنی کل جماعت واحد ہے۔ اس موقف کی کمزوری میں کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔

ظاہری اضطراب: قولہ تعالیٰ: ﴿صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ﴾

اس آیت کا ظاہر ہمیں یہ بتلاتا ہے کہ منافقین نہ سنتے ہیں، نہ بولتے ہیں اور نہ ہی دیکھتے ہیں، لیکن دوسری آیات میں اس کے بالمقابل بیان ہوا ہے ﴿وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ﴾ [البقرۃ:۲۰] ''اگر اللہ چاہتا تو ان کی سماعت اور بصارت بالکل ہی سلب کر لیتا۔''

اسی طرح فرمان باری ہے: ﴿وَإِنْ يَقُولُوا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ﴾ [المنافقون:۴]

''اور اگر بولیں تو تم ان کی باتیں سنتے رہ جاؤ۔''

یعنی ان کی فصاحت اور ان کی زبانوں کی مٹھاس کی وجہ سے۔

﴿فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوكُمْ بِأَلْسِنَةٍ حِدَادٍ﴾ [الاحزاب:۱۹]

''مگر جب خطرہ ٹل جاتا ہے تو یہی لوگ فائدوں کے حریص بن کر قینچی کی طرح چلتی ہوئی زبانیں لیے تمہارے استقبال کو آجاتے ہیں۔''

حل: اور یہ لوگ حق نہ بولنے کی وجہ سے بُكْمٌ کہلائے اور حق بات نہ سننے کی وجہ سے صُمٌّ کہلائے، اسی طرح حق نہ دیکھنے کی وجہ سے اندھے کہلائے۔ اللہ نے ان تینوں باتوں کو اس آیت میں جمع کر دیا ہے۔ ﴿وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَأَبْصَارًا وَأَفْئِدَةً﴾ [الاحقاف:۲۶]

''ان کو ہم نے کان، آنکھیں اور دل سب کچھ دے رکھے تھے۔''

کیونکہ جو چیز انسان کو فائدہ نہ دے سکے وہ معدوم ہی سمجھی جائے گی۔ عرب کبھی کبھار صمٌّ کا اطلاق بے اثر سماع پر بھی کرتے ہیں اسی سے قعنب بن اُم صاحب کا قول ہے۔

صمٌّ إذا سمعوا خيرا ذكرت به
وإن ذكرت بسوء عندهم أذنوا

''جب میرا ان کے ہاں اچھی باتوں سے تذکرہ کیا جاتا ہے تو وہ بہرے ہو جاتے ہیں اور اگر ان کے ہاں میرا تذکرہ برائی سے کیا جائے تو اس کی تشہیر کرتے دیتے ہیں۔''

ایک اور شاعر کا قول ہے:

أصم عن الأمر الذی لا أریده
وأسمع خلق الله حین أرید

''میں ایسے معاملے سے بہرہ بن جاتا ہوں جس کو میں کرنا ہی نہیں چاہتا اور جب میں ارادہ کرتا ہوں تو اللہ کی مخلوق سے بڑھ کر میں سننے والا ہوں۔''

ایک اور شاعر نے کہا:

فأصممت عمرا وأعمیته
عن الجود والفخر یوم الفخار

''میں نے عمرو کو گونگا اور بہرہ سمجھا، اس دن بھی جب فخر اور سخاوت کا دن تھا۔''

ہبیرہ بن ابی وہب المخزومی کہتا ہے:

وإن کلام المرء فی غیر کنهه
لکالنبل تهوی لیس فیها نصالها

''انسان کی گفتگو اسکے محل میں نہ ہو تو ایسے ہی ہے جیسے نیزہ جھکا ہوا ہو اور اس میں تیر نہ ہو۔''

ظاہری اضطراب: ﴿فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ [البقرۃ:۲۴]

''تو اس آگ سے بچو جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔''

اس آیت میں الف لام عہد یہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آگ ان کے ہاں معروف تھی جب کہ سورہ تحریم میں: ﴿قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ [التحریم:۶]

''اپنی جانوں کو اور اپنے بال بچوں کو (دوزخ کی) آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔''

میں لفظ 'نار' نکرہ استعمال ہوا ہے جو معروف آگ کو ظاہر نہیں کرتا اور یہ دو آیات میں ظاہری اضطراب معلوم ہوتا ہے۔

آگ کا انکار یہاں اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آگ ان صفات (پتھر اور انسان) کے ساتھ ان کے ہاں معروف نہیں تھی۔

حل: ان میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ اس کی صفات میں سے یہ بھی ہے کہ انسان اور جن اس کا ایندھن ہوں گے، پھر سورہ تحریم کی آیت نازل ہوئی۔ جس سے انہوں نے آگ کی صفات کو پہچانا۔ پھر جب یہ آگ بھی ان کے ہاں معروف ہو گئی تو سورہ بقرہ کی آیت نازل ہوئی تو آگ کی صفات کو ال عہد یہ کے ساتھ انہوں نے پہچانا۔

امام بیضاویؒ اور خطیب بغدادیؒ نے اپنی اپنی تفسیر میں اسے ذکر کیا ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ سورہ تحریم والی آیت مکہ میں نازل ہوئی۔ قرآن کا ظاہر اس جمع پر اس طرح دلالت کرتا ہے کہ یہاں پر آگ کی تعریف ال عہد یہ کے ساتھ کی گئی ہے جس کا پچھلے زمانہ کے ساتھ تعلق ہے اور موصول ہے اور اس کا صلہ عہد پر دلالت کرتا ہے اور جنس 'النار' کا ارادہ نہیں رکھتا۔ اس بات میں بھی کوئی منافات نہیں کہ سورہ تحریم مدنی ہے اور بظاہر اس کا زمانہ نزول سورہ بقرہ کے بعد کا ہے۔ ابن عباسؓ سے مدنی سورتوں میں مکی آیت آنے کے بارے میں اس کے برعکس جواز بھی موجود ہے۔

ظاہری اضطراب: قولہ تعالیٰ: ﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ... ﴾ [البقرۃ:۲۹]

''وہی خدا ہے جس نے تمہارے لیے سب کچھ جو زمین میں ہے بنایا پھر آسمان کی طرف چڑھ گیا۔''

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ زمین کی پیدائش آسمان سے پہلے ہوئی۔ اس کی دلیل لفظ ثم ہے جو ترتیب اور ایک چیز کو دوسری چیز سے علیحدہ کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح حم السجدۃ کی آیت بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ زمین کی پیدائش آسمان سے پہلے ہوئی ہے اس لیے کہ آیت ﴿قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ﴾ [فصلت:۹]

''اے پیغمبر ان لوگوں سے کہہ دیجئے کیا تم اس (خدا) کو نہیں مانتے جس نے دو دن

میں زمین بنائی۔'' میں یہی بات بیان فرمائی پھر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿ثُمَّ اسْتَوَى إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ﴾[فصلت:۱۱]

''پھر پروردگار آسمان کی طرف چڑھا وہ ایک دھواں سا تھا۔''

سورہ النازعات کی آیت سے پتہ چلتا ہے کہ زمین کا بچھانا تخلیق آسمان کے بعد ہے۔

قرآن میں ہے: ﴿أَءَنتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءُ بَنَاهَا﴾[النازعات:۲۷]

''(بھلا تم اتنا نہیں سوچتے) تمہارا (دوبارہ) پیدا کرنا مشکل ہے یا آسمان کا اللہ تعالیٰ نے اس کو بنایا۔''

پھر اللہ نے فرمایا ﴿وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَٰلِكَ دَحَاهَا﴾[النازعات:۳۰]

''اور اس کے بعد زمین کو (جو آسمان سے پہلے پیدا ہو چکی تھی) پھیلایا۔''

حل: سب سے پہلے اس بات کو جانیئے کہ ابن عباس سے سورہ السجدۃ اور النازعات کی آیات کو جمع کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ زمین کی پیدائش آسمان سے قبل ہی ہے، لیکن وہ بغیر پھیلانے کے تھی پھر اللہ تعالیٰ نے آسمان پر مستوی ہو کر سات آسمانوں کو دو دنوں میں برابر کیا پھر اس کے بعد زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ، نہریں اور دوسری چیزیں بنائیں۔

اصل میں زمین کی پیدائش آسمان کی تخلیق سے پہلے ہی ہے، لیکن اس کے اندر درختوں اور پہاڑوں کا گاڑھنا اور اس طرح کی دوسری چیزیں آسمان کی تخلیق کے بعد زمین پر بچھائی گئی ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ﴿وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَٰلِكَ دَحَاهَا﴾ دال ہے۔ یہاں پر لفظ 'خلقھا' کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ پھر 'دحوہ' کی تفسیر بالقرآن یوں ہوئی ﴿أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءَهَا وَمَرْعَاهَا﴾۔ ''اس میں سے اس کا چارہ اور پانی نکالا۔''[النازعات:۳۱]

حضرت ابن عباسؓ نے ان دونوں آیتوں کے درمیان جو وجہ جمع بیان کی ہے وہ واضح ہے۔ اس میں کسی قسم کا کوئی اشکال نہیں ہے۔ ظاہری طور پر اس کا مفہوم قرآن مجید سے لیا گیا ہے، لیکن سورۃ البقرۃ کی آیت سے اشکال وارد ہوتا ہے۔ اس کی وضاحت بھی ابن عباسؓ ہی کی تفسیر سے ہے جس میں بیان ہوا ہے کہ زمین کی پیدائش آسمان کی پیدائش سے پہلے ہے، لیکن

اس کا پھیلانا (سطح برابر کرنا) آسمان کی پیدائش کے بعد ہے۔

اس آیت میں صراحت ہے کہ زمین کے اندر جو کچھ بھی پیدا کیا گیا ہے وہ آسمان کی تخلیق سے پہلے کا ہے۔اس بارے میں قرآن مجید کی آیت ﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ﴾ پیش ہے۔مصنف کہتے ہیں میں نے ان اشکال کو رفع کرنے کے بارے میں کافی غور وخوض کیا، تو ایک دن قرآن مجید سے مجھے بات سمجھ آ گئی۔اس کی وضاحت یہ ہے کہ دو وجوہ سے یہ اشکال دور ہوسکتا ہے، ہر ایک وجہ پر قرآنی آیت سے استدلال ہے۔

پہلی وجہ: زمین کے اندر ''تمام کا تمام آسمان سے پہلے پیدا کرنے'' سے مراد یہ ہے کہ لفظ خلق لغوی طور پر تقدیری ہے نہ کہ بالفعل۔جس سے کسی چیز کو عدم سے وجود بخشا ہے۔اور عرب تقدیری طور پر اس کا نام خلق رکھتے ہیں۔اسی سے زہیر کا قول ہے:

ولأنت تفری ما خلقت وبعض
القوم یخلق ثم لا یفری

''آپ کو جب سے پیدا کیا گیا ہے جھوٹ بولتے ہیں اور کچھ ایسی اقوام ہیں جن کو پیدا کیا جاتا ہے پھر وہ جھوٹ نہیں بولتیں۔''

یہ شعر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہاں خلق تقدیری ہے نہ کہ بالفعل۔اس پر سورہ فصلت میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول ﴿وَقَدَّرَ فِیْهَاۤ اَقْوَاتَهَا﴾ [فصلت:۱۰]

''اور وہاں کے (رہنے والوں کے لیے) خوراکوں کا بندوبست کیا۔''

پھر اللہ نے فرمایا: ﴿ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ﴾ [فصلت:۱۱]

''پھر پروردگار آسمان کی طرف چڑھا وہ ایک دھواں سا تھا۔''

دوسری وجہ: جب اللہ نے زمین کو بغیر پھیلائی ہوئی کے پیدا کیا۔یہی اصل ہے جو کچھ زمین پر اور اس کے اندر ہے سارے کا سارا، گویا کہ بالفعل اس کو پیدا کیا گیا ہے۔فعلی طور پر اصل کے وجود کے لیے۔قرآن سے دلیل اصل کے وجود سے ممکن ہے کہ خلق کا اطلاق فرع پر ہو، اگرچہ بالفعل موجود نہ بھی ہو۔

ظاہری اضطراب: قولہ تعالیٰ ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ.....الآية﴾ [الاعراف:۱۱]

''اور ہم نے تم کو پیدا کیا پھر تمہاری شکل بنائی پھر ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو۔''

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ ہم نے تم کو پیدا کیا پھر تمہاری صورتیں بنائیں یعنی ہمیں بھی اور ہماری تصویروں کو بھی آدم کی طرح جو تمہاری اصل ہیں بنایا۔

حل: کچھ علما نے اس میں وجہ جمع یہ بتائی ہے کہ اللہ کا یہ قول ﴿وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَلِكَ دَحَاهَا﴾ یعنی مع ذلك۔ لفظ بعد یہاں پر مع کے معنی میں ہے۔ اس کی مثال اللہ کا یہ قول ﴿عُتُلٍّ بَعْدَ ذَلِكَ زَنِيمٍ﴾ [القلم:۱۳] ''وہ پیٹو اور اس کے بعد بد ذات بھی ہے'' اسی لیے اس آیت میں کوئی اشکال باقی نہیں رہ جاتا۔ اس قول کا قراءت شاذہ سے پڑھا جانے سے تائید ہوتی ہے۔ جیسا کہ مجاہد نے مع کے ساتھ پڑھا ہے (والأرض مع ذلك دحاها) بعض لوگوں نے بہت ساری ضعیف وجوہات کو جمع کیا ہے، کیونکہ یہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ آسمان کی پیدائش زمین سے پہلے ہے، لیکن یہ تحقیق کے خلاف ہے اس لیے کہ ثم واؤ کے معنی میں ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ترتیب کے لیے ہے۔ اللہ کا یہ فرمان ﴿ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا...﴾ اس پر دلالت کر رہا ہے۔

..........*